مولانا محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

امریکی جنرل کلے بکنگھم کی دارالعلوم آمد اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا ان کیساتھ خصوصی مکالمہ

۲۳ ستمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ امریکی آرمی کے میجر جنرل مسٹر کلے بکنگھم **Major General Clay Buckingham** نے اپنی بیگم اور امریکن سفارتکاروں کے ہمراہ سینئر مولانا سمیع الحق سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ کئی گھنٹوں کی طویل ملاقات میں دونوں کے درمیان عالمی مسائل، بحرانوں، مغرب اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور موجودہ صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا جنرل بکنگھم نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور دارالعلوم میں پڑھائے جانے والے نصاب اور جامعہ کے زیرنگرانی حقانیہ ہائی سکول میں عصری اور دینی تعلیم کے کورس میں بڑی دلچسپی لی۔ انہوں نے سکول کے کلاسوں میں جا کر طلبہ سے بات چیت کی اور سائنس اور انگلش وغیرہ پڑھانے پر خوشگوار حیرت کا اظہار کیا۔

میجر جنرل بکنگھم نے اپنے دورے سے متعلق تحریری تاثرات بھی رائے بک میں قلمبند کئے جن کا ترجمہ اور خلاصہ نذر قارئین ہے:

''میں اور میری بیوی نے ۲۵/ستمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ جامعہ حقانیہ ہائی سکول اکوڑہ خٹک کا دورہ کیا۔ ہم اس خوشگوار اور ہدایاتی دورے کو بہت زیادہ سراہتے ہیں۔ ہم یہاں کے سٹاف کی پیشہ وارانہ صلاحیت، خوش اخلاقی، دوستانہ رویہ اور طالب علموں کی قابلیت اور محبت سے بہت متاثر ہوئے۔ ہم امریکہ جامعہ حقانیہ کی طرف سے سفارتکار بن کر واپس جائیں گے۔

پاکستانی ایک عظیم اور بہادر قوم ہے۔ امریکہ پاکستان اور اسلام کا دوست ہے۔

ہمیں بحیثیت عیسائی اسلام کے امن پسند اور مفید تعلیمات سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔''

آپ کا شکریہ۔　　ہم آپ کے دوست ہیں

کلے بکنگھم میجر جنرل یو۔ایس آرمی (ریٹائرڈ)

بیگم کلیر ابکنگھم　　23/09/2005

مولانا سمیع الحق اور جنرل کلے بکنگھم کے درمیان ہونے والی طویل بات چیت کا خلاصہ قارئین کیلئے پیش خدمت ہے۔

مولانا سمیع الحق صاحب: ایک مخصوص لابی نے بڑی منظم سازش کے ذریعے مسلمانوں' دینی مدارس' امریکہ اور مغرب کے درمیان ایک بڑی خلیج پیدا کی ہے۔ موجودہ صورتحال میں آپ اور آپ جیسے دیگر لوگ اس چپقلش جو امریکہ اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوا ہے' کے ختم کرنے میں بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں دیگر مذاہب کے بنسبت اسلام مسلمانوں کو عیسائیت کے زیادہ قریب سمجھتا ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لئے یہ داعی ہے۔ موجودہ گھمبیر حالات کا واحد حل یہ ہے کہ ہم آپس میں مل بیٹھ کر مکالمہ کریں اگر دنیا میں کہیں دہشتگردی ہو رہی ہے تو ہم اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ مدارس دینیہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس کی ٹریننگ اور تعلیم قطعاً نہیں دی جاتی ہے۔ دہشت گرد کسی کے کنٹرول میں نہیں ہوتے۔ اس پوزیشن پر آپ کو خود سوچنا چاہیے کہ جینز اور پینٹ میں ملبوس ۲۵ سالہ نوجوان لڑکی جو جدید عصری درسگاہوں سے پڑھی ہوتی ہے۔ وہ خودکش حملہ کرنے پر کیوں مجبور ہوتی ہے جس سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جاتا ہے۔ اس وقت آپ پوری دنیا پر نظر دوڑائیں آج اگر الجزائر میں امریکن پالیسیوں کے خلاف تحریک آزادی لڑی جا رہی ہے۔ یا سوڈان میں حسن ترابی ہے جو کہ آپ کے تعلیمی اداروں سے پی ایچ ڈیز کر چکا ہے یا مصر میں جو مزاحمتی لوگ ہیں' سب نئے گریجویٹ ہیں۔ اسی طرح ایران میں جو انقلاب آیا خمینی کے علاوہ اس میں بنی صدر وغیرہ لیڈروں کا کردار رہا۔ یہ سب لوگ جدید عصری درسگاہوں اور یونیورسٹیوں بلکہ آپ کے ہاں سے پڑھے ہوئے ہیں۔ ایران کا تو موجودہ صدر بھی گریجویٹ ہے کسی مدرسہ کا پڑھا ہوا نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ دہشت گردی' جنگ آزادی اور مدافعتی جدوجہد میں آپکو فرق کرنا چاہیے دونوں کو ایک لاٹھی سے ہانکنا انصاف اور عدل کے منافی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اور آپ جیسے اور مدبرین سکالرز اور دانشور مل بیٹھ کر ان باتوں کا جائزہ لیں اس آخری عمر میں جنرل صاحب آپ جیسے معمر لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ انسانیت کی یہ خدمت کر کے جائیں اور جانبین میں جس طرف سے بھی غلطی ہو رہی ہے اس کی نشاندہی کی جائے۔

جنرل بکنگھم: آپ نے جو کچھ فرمایا یقیناً میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا پاکستان میں میرے آنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ میں آپ لوگوں کا موجودہ صورتحال میں رویہ اور تاثرات معلوم کروں۔ میں تاریخ میں تھوڑا سا پیچھے جانا چاہوں گا آپ دیکھئے کہ گزشتہ دو سو سال میں امریکہ نے دنیا میں کہیں بھی جارحیت نہیں کی ہے۔ ہم امریکن قوم دراصل وہ لوگ جو پوری دنیا کے مختلف خطوں سے مذہبی تشدد جارحیت اور ظلم سے تنگ آ کر وہاں ہجرت کئے ہوئے ہیں یعنی ہم امریکین مہاجرین ہیں امریکہ کے لاکھوں افراد اپنی زندگی سنوارنے کی غرض سے وہاں جمع ہوئے۔

دنیا اسوقت کمیونیکیشن کی بنیاد پر سکڑ کر سمٹ آئی ہے آپ کے علم میں ہوگا کہ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم

شروع ہوئی تو امریکہ تین برس تک اس جنگ سے لاتعلق رہا۔ تاہم بعد میں اگر ہم اس جنگ میں کودے تو اسکا غرض بھی اپنے برٹش اور فرانسیسی دوستوں کی مدد تھی جغرافیائی طور پر ہمیں اس جنگ میں کچھ نہیں ملا۔ دوسری جنگ عظیم میں بھی ہم اس لئے شامل ہوئے کہ ہٹلر اور جاپان وغیرہ کو اپنی طاقت سے واگزار کریں۔ اس دوسری جنگ میں بھی ہمیں کوئی جغرافیائی فائدہ نہیں ملا۔ گزشتہ دوسو برسوں میں امریکہ کو جنگ کے بل بوتے پر کوئی علاقہ نہیں ملا ہے۔ ہمارے مقاصد ان جنگوں میں شامل ہونے سے اپنے دوستوں کی مدد اور دنیا بھر میں امریکیوں کی دفاع اور حفاظت تھی۔ ہمیں اگر ان جنگوں سے کچھ ملا ہے تو وہ فرانس اور ان جیسے دیگر علاقوں میں خالی قبرستان ملے ہیں (یعنی ہماری لاشیں وہاں دفن ہوگئیں)

۹/۱۱ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے گرنے کے بعد ہم نے افغانستان میں جو جنگ لڑی وہ صرف طالبان اور القاعدہ کے خلاف تھی یہ بھی ہم نے طیش میں آکر ٹریڈ سنٹر کا بدلہ نہیں لیا۔ بلکہ یہ احتیاطاً مستقبل کی پیش بندی اور اپنی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے کیا عراق وار کا مقصد ظالم ڈکٹیٹر صدام اور وہاں پر موجود ایٹمی مواد کا خدشہ تھا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ اس میں ہم نے غلطی کی تاہم ہمارے ایٹمی مواد کے خدشہ کا پس منظر صدام کا دس برس قبل کردوں کے خلاف کیمیکل ہتھیار استعمال کرنا تھا' ہم جن اسباب کی وجہ سے لڑتے ہیں ان میں پہلا سبب اپنے لوگوں کی حفاظت اور دفاع ہے۔ دوسرا سبب ڈکٹیٹرشپ اور آمریت ختم کرنا ہے۔ امریکن بنیادی طور پر امن پسند ہیں لیکن اگر کوئی ان کو چھیڑے تو پھر یہ بڑے جنگجو بھی ثابت ہوتے ہیں امن کو بہرحال ہم فوقیت و برتری دیتے ہیں۔ ہم (عیسائی) دنیا میں مسلمانوں اور یہودیوں کے ساتھ امن کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ مستقبل میں دنیا کے سامنے تین بڑے مسائل ہیں۔ (۱) ماحولیاتی آلودگی (۲) آبادی کا بے تحاشہ اضافہ (۳) ہم آپس میں امن کے ساتھ کیسی زندگی گزاریں؟ ہمیں چاہیے کہ ان تین نکات پر کام کریں تاکہ ہمارا ماحول صاف ہو' ہمیں خوراک اور پانی ملے آبادی کو کنٹرول کیا جائے اور ان سب سے بڑھ کر ضروری بات یہ ہے کہ ہم امن و آشتی سے وقت گزارے۔ ہمارا مذہب عیسائیت امن و محبت کا درس دیتا ہے' اسلام بھی بنیادی طور پر اسی کا علمبردار یہودیت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے' لیکن ہر مذہب میں انتہا پسند بھی ہوتے ہیں جو نفرت پھیلاتے ہیں اور نفرت و جنگ کے ماحول میں خوش ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو بھی ہمیں امن کی تعلیم دینی چاہیے۔ آپ کے ساتھ ملاقات کر کے ہمیں بڑی خوشی' مسرت اور راحت حاصل ہوئی۔ ہم نے یہاں امن و محبت کا ماحول پایا ہمارے درمیان افہام و تفہیم کے لئے یہ ملاقات سنگ میل ثابت ہوگی۔ ہم کرسچین حضرت عیسیٰؑ پر ایمان رکھ کر روحانی اطمینان و سکون پاتے ہیں۔ ہم کسی سے بھی روٹھتے نہیں خفہ نہیں ہوتے۔ مسلمان بھی اپنے مذہب میں خاصا سکون پاتے ہیں مسلمان آپس میں محبت سے رہتے ہیں نفرت نہیں کرتے۔ اسی طرح کا حال یہودیت اور یہودیوں کا بھی ہے' ہمیں باہمی ہم آہنگی اور امن و سکون سے رہنا چاہیے۔ آج کے دن یہی میری دعوت و تبلیغ اور عبادت ہے۔

مولانا صاحب:　ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے موقف سننے کے لئے مواقع دینے چاہیے تاکہ اس طرح افہام وتفہیم کا راستہ کھلے ہمارے خدشات آپ کو سننے چاہیے۔ اگر آپ ماضی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمان ہمیشہ کمیونزم اور سوشلزم کے مقابل آپ (امریکہ وعیسائیت) کے زیادہ قریب رہے ہیں۔ قرآن نے بھی اس کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے کہا کہ یہودیت عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب امن کی تلقین کرتے ہیں اسکے ساتھ ساتھ یہ تینوں مذاہب یہ بھی دعوت دیتے ہیں کہ ظالم کا ہاتھ روکا جائے امریکہ خود کو آزادی اور جمہوریت کا چیمپین اور علمبردار کہتا ہے۔ ڈکٹیٹرشپ کا مخالف ہے مگر اس سلسلہ میں امریکہ کا معیار دوہرا ہے اگر مسلمانوں پر کوئی ظلم کریں یعنی مسلمان مظلوم ہو تو امریکہ مسلمانوں کا ساتھ دینے کے بجائے اس کے مدمقابل ظالم کے صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ فلسطینی مظلوم نہتے لوگوں کے مقابل امریکہ ظالم اسرائیل کا ساتھ دے رہا ہے۔ کشمیریوں کے مدمقابل ہندوستان کو مضبوط کیا جارہا ہے۔ چیچنیا میں روس کی تائید کی گئی اس سارے نقشہ کو سامنے رکھ کر تجزیہ کرے آپ (امریکی) ان خطوں میں اگر جارح بن کر نہیں بھی آئے ہیں۔ لیکن غاصب ظالم آزادی سلب کرنے والے اور جارح قوتوں کا ساتھ دیتے ہیں یہ زمینی حقائق میں آپ نے بوسنیا کا ذکر کیا ہم بوسنیا اور کوسوو میں آپ کے کردار کو سراہتے ہیں۔

جنرل صاحب:　جن علاقوں کی طرف آپ نے اشارہ کیا اس میں ہم نے کہیں بھی پہل نہیں کی کہ ہم نے مسلمانوں پر جا کر حملہ کیا ہو۔

مولانا صاحب:　لیکن جب دیکھتے ہیں کہ کہیں ظلم ہو رہا ہے قطع نظر اس کے کہ مسلمان ہیں یا کسی دوسرے مذہب کا پیرو تو ظالم کے مدمقابل مظلوم کا ساتھ دینا چاہیے نہ کہ ظالم کا ہاتھ مضبوط کیا جائے امریکہ اور تمام مذاہب کے پیروں کو اس بات پر اتفاق کرنا چاہیے کہ وہ صرف اور صرف مظلوم کا ساتھ دیں گے اگرچہ وہ مسلمان کیوں نہ ہوں اور کسی بھی مذہب سے وابستہ جارح اور ظالم قوت کے خلاف کھڑے ہوں گے۔

جنرل:　یہ صحیح ہے کہ اب امریکی پالیسیاں کچھ بدل گئیں ہیں اور اس کی دلیل اسرائیل کے بارے میں پالیسی میں تبدیلی ہے غزہ وغیرہ سے اسرائیل کا انخلاء اسی سبب سے عمل میں آیا ہے۔

مولانا صاحب:　ہماری تمنا ہے کہ آپ کی اس قسم کی پالیسیاں بدل جاتیں تو پھر مسلمانوں میں کوئی بھی انتہا پسند نہیں ہوگا۔ تقریباً ڈیڑھ بلین مسلمان آپ سے خوش ہوں گے آپ جیسے مدبر دانشور اور جہاندیدہ شخصیات کو آگے بڑھ کر کام کرنا چاہیے۔ آپ کی بات اثر بھی رکھتی ہے ورنہ تو موجودہ پالیسیوں سے دنیا جہنم کدہ بن رہی ہے۔ آخر میں ہم آپ کے آنے کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔